(غلام گردش)

معاف کرنا سیکھیے

ستائیس برس جیل میں قید کاٹنے کے بعد جب نیلسن مینڈیلا آزاد دنیا میں واپس آیا تو ہر چیز بدل چکی تھی۔ سب سے انقلابی تبدیلی جدوجہد کا کامیاب ہونا تھا جس کی بدولت سفید فام اقلیت کے ظلم اور اقتدار کا سورج غروب ہو چکا تھا۔ ساؤتھ افریقہ میں سینکڑوں برس کے بعد کالے لوگوں کو اپنے ملک پر حکومت کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ شہر بدل چکے تھے۔ گھر بدل چکے تھے۔ موسم بدل چکے تھے۔ لوگ بدل چکے تھے۔ مگر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ نیلسن مینڈیلا خود بھی بدل چکا تھا۔

ملک کے گورے خوف سے کانپ رہے تھے کہ انکے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائیگا۔ ہر ایک کے خلاف کالوں پر ظلم کرنے کی ایک فردِ جرم تھی۔ ہر گورے کے ذہن میں یہ خیال عذاب کی طرح کوڑے مار رہا تھا کہ اسکا انجام کیا ہوگا۔ خوف، بے یقینی اور وحشت کے سائے میں پورا خطہ مکمل طور پر خاموش تھا۔ یہ گیارہ فروری 1990 کا دن تھا۔ نیلسن مینڈیلا "وکٹر ورسٹر" جیل سے آزاد ہو رہا تھا۔ عقوبت خانے سے نکلتے ہوئے سب کو اندازہ تھا کہ چند دنوں کے بعد ملک کا صدر ہوگا۔ جیلر سوچ رہا تھا کہ اب ملک سے فرار ہو جانا چاہیے کیونکہ اس نے سیاسی قیدی کو تکلیف پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ تنہائی، جسمانی اذیت اور ذہنی مصائب، نیلسن مینڈیلا کو ہر بلا کے سامنے ڈال دیا تھا۔ قید خانے سے نکلتے وقت مینڈیلا واپس مڑا۔ جیلر سے ہاتھ ملایا۔ گھر اور خاندان کی خیریت اپنے مخصوص لہجے میں پوچھتا رہا۔ شکریہ ادا کیا اور باہر آ گیا۔ لاکھوں لوگوں کا ہجوم اسکا منتظر تھا۔ وقت نے اختیارات کی تلوار اسکے نحیف بازوؤں میں تھما دی تھی۔ وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر چکا تھا۔ اپنے ساتھ ہر زیادتی اور ظلم کو بھول چکا تھا۔ ظالم کو معاف کر چکا تھا۔ اسکے ساتھ ہر وہ زیادتی کی گئی تھی جو دنیاوی طور پر ممکن ہے۔ ہر ظلم برپا کیا گیا تھا جو جسم اور روح کو کچل دیتا ہے۔ مگر مینڈیلا نے زندگی کا سب سے بڑا سبق سیکھ لیا تھا۔ ہر ایک کو دل سے معاف کر کے اپنے ملک کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کا سبق!

پرسی یوتر (Percy Yutar) جنوبی افریقہ کا کامیاب ترین وکیل تھا۔ سفید فام شخص جو دل سے قائل تھا کہ کالے افراد کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ دلائل میں بلا کا وزن اور کاٹ ہوتی تھی۔ 1963 میں پرسی، سازش اور غدر مچانے میں نیلسن مینڈیلا کے خلاف حکومت کی طرف سے وکیل مقرر ہوا تھا۔ مشہور مقدمہ جسے رائے وؤنیا ٹرائل (Rivonia Trial) کہا جاتا ہے، پچاس برس پہلے دس لوگوں پر چلایا گیا۔ پرسی کے دلائل کے سامنے کوئی نہیں جیت سکتا تھا۔ فیصلہ وہی ہوا، جسکی امید تھی۔ نیلسن مینڈیلا کو عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ عدالتی فیصلے کے بعد سیاسی قیدی کو زنجیریں پہنا دی گئیں۔ روبن آئس لینڈ (Robben Island) کی اذیت گاہ میں منتقل کر دیا گیا۔ فیصلہ کے بعد پرسی اپنے ملک کا نجات دہندہ قرار دیا گیا۔ ایک ایسا کامیاب وکیل جس نے دنیا کے خطرناک ترین ملزموں کو انکے منطقی انجام تک پہنچا ڈالا اور اپنی دھرتی ماں کو محفوظ کر دیا۔ نیلسن مینڈیلا کا صدر بننا، پرسی کیلئے موت کے پیغام جیسا تھا۔ ملک سے بھاگنے کا منصوبہ بنا رہا تھا کہ ایوان صدر سے پیغام آیا کہ صدر اسکے اعزاز میں کھانا دینا چاہتے ہیں۔ پرسی سمجھا کہ یہ ایک مذاق ہے۔ اپنے خاندان کو بتا کر گیا کہ اسے قصرِ صدارت میں بلا کر قتل کر دیا جائیگا یا جیل بھیج دیا جائیگا۔ مینڈیلا نے دروازے پر خوش آمدید کہا۔ اسکے لئے

سادہ سے کھانے کا اہتمام تھا۔کھانے کے بعد مینڈیلا نے پرسی کا شکریہ ادا کیا اور معاف کر دیا۔ یہ فقرہ کہا کہ وہ تو محض وکیل کی حیثیت سے اپنے فرائض پورے کر رہا تھا۔ پرسی کئی دن دھاڑے مار مار کر روتا رہا۔

کرسٹو برینڈ(Christo Brand) جیل کا ایک عام سا ملازم تھا۔ دیہات سے تعلق رکھنے والا ایک ایسا شخص جو زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہیں تھا۔اسکے خیالات بہت مستحکم تھے جیسے جنوبی افریقہ میں امن صرف اسلئے ہے کہ وہاں انگریز حکومت کر رہے ہیں۔ان خیالات کے ساتھ تبادلہ روبن آئلینڈ کی جیل میں کر دیا گیا۔جب ڈیوٹی پر پہنچا تو جیلر نے بتایا کہ جیل میں دنیا کے خطرناک ترین مجرم رکھے گئے ہیں۔اسے حکم دیا گیا کہ جانور نما انسانوں سے کم سے کم رابطہ رکھنا چاہیے اور یہ کسی رعائت کے حقدار نہیں ہیں۔کرسٹو انتہائی درشت رویہ کا حامل تھا۔ڈیوٹی بی سیکشن میں لگا دی گئی۔سیکشن میں کئی قیدی تھے۔نیلسن مینڈیلا ان میں سے ایک تھا۔جب پہلی بار احاطے میں گیا تو صبح کا وقت تھا۔قانون کے مطابق تمام خطرناک قیدیوں کو ایک گھنٹے کیلئے کھولا گیا۔مینڈیلا آہستہ آہستہ چلتا ہوا کرسٹو کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ تم نئے افسر ہو۔کرسٹو نے سختی سے جواب دیا کہ "دفع ہو جاؤ اور اپنے کام سے کام رکھو" مینڈیلا خاموشی سے بے عزتی برداشت کر کے اپنی کوٹھڑی کی صفائی میں مصروف ہو گیا۔کئی دن گزر گئے۔دونوں کے درمیان کوئی مکالمہ نہ ہو پایا۔ایک دن مینڈیلا دوبارہ پاس آیا اور کہا کہ جیل کے احاطہ میں چند سبزیاں اور پودے لگانے کی اجازت دی جائے۔کرسٹو نے پھر اسکی بے عزتی کی اور انکار کر دیا۔گھر واپس آ کر کرسٹو جیل کے قوانین کا مطالعہ کرتا رہا۔وہاں سبزیوں کے بیج فراہم نہ کرنے کے متعلق کوئی قانون نہیں تھا۔ کرسٹو نے خبطی بوڑھے کو چند بیج لا دیے۔مینڈیلا نے مٹی میں کیاری بنائی اور کھرپے سے تمام بیج لگا دیے۔کرسٹو نے محسوس کیا کہ عجیب سا قیدی ہے۔یا تو مطالعہ کرتا رہتا ہے یا پھر کیاریوں میں پودوں کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔بہر حال قوانین کے مطابق خطرناک قیدی سے بہت کم باتیں کرتا تھا۔قیدی کے رویہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ نقصان پہنچانے والا شخص نہیں۔کوئی ایسا ذہنی تشدد نہیں جو کرسٹو کے عمل سے اس بوڑھے انسان کو نہ پہنچا ہو۔جب مینڈیلا اپنے ملک کا صدر بنا، تو کرسٹو کو بلوایا۔اسکے ساتھ ڈھیروں تصاویر بنوائیں۔اسکے اہل خانہ کی خیریت معلوم کرتا رہا اور معاف کر دیا۔معافی کی بازگشت پوری دنیا میں گونجی۔جنوبی افریقہ کے لوگوں میں صدر کا رویہ دیکھ کر صلح پسندی اور امن کے جذبات ابھرنے لگے۔

جنوبی افریقہ میں سب سے مقبول کھیل رگبی تھا۔وہاں Spirng Bok نام کی ایک سفید فام ٹیم تھی۔گہرے سبز رنگ کی بنیان پہنتی تھی۔سیاہ فام، ٹیم سے نفرت کرتے تھے۔جب بھی کوئی میچ ہوتا تو نفرت کے اظہار کیلئے سپرنگ بک کے مدِ مقابل ٹیم کے حق میں نعرے لگاتے۔قصہ کوتاہ یہ، کہ رگبی کی اس ٹیم کو سفید فام بالادستی کا نشان تصور کیا جاتا تھا۔ٹیم سیاہ جلد والوں کیلئے نفرت کا نشان تھی۔مینڈیلا کو رگبی سے خاصہ لگاؤ تھا۔آزادی حاصل کرنے کے بعد ساؤتھ افریقہ میں رگبی کا ورلڈ کپ ہوا۔پوری دنیا سے کھیل کی مایہ ناز ٹیموں نے حصہ لیا۔سب کا خیال تھا کہ ملک کا صدر اس ٹیم کی حوصلہ افزائی نہیں کریگا۔بلکہ گمان تھا کہ میچ میں حصہ نہیں لینے دیا جائیگا۔مینڈیلا نے سب کے اندازے غلط ثابت کر دیے۔میچ والے دن گہرے سبز رنگ کی شرٹ پہن کر سٹیڈیم میں آ گیا۔تماشائیوں کو سانپ سونگھ گیا۔مینڈیلا نے سپرنگ بک کے حق میں نعرے لگانے شروع کر دیے۔اسکے کپتان فرینکواس(Frecois) کو بلا کر گلے

لگا لیا۔ کہا کہ ٹیم اب ساؤتھ افریقہ کی ٹیم ہے۔ اسے ہر قیمت پر جیتنا ہوگا کیونکہ یہ پورے ملک کی عزت کا سوال ہے۔ فرینکو اس اور اسکی ٹیم اس محنت سے کھیلی کہ تمام ٹیموں کو شکست دے گئی۔ مینڈیلا سبز لباس پہنے میدان میں آیا اور اپنے ہاتھوں سے کپتان کو ٹرافی دی۔ پوری دنیا میں پیغام پوری طاقت کے ساتھ گیا کہ وہ اپنے ملک کو نسلی تعصّبات سے آگے لے جانا چاہتا ہے اور اپنے دشمنوں کو معاف کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے۔

اپنے ملک کے کسی کونے پر نظر ڈالیے۔ کسی شعبہ پر غور کیجئے۔ خواہ وہ سیاسی ہو، سرکاری ہو، سماجی ہو، مذہبی ہو یا اقتصادی ہو۔ ہر جگہ آپکو درشتگی، انتقامی ذہنیت اور بے رحمی کے اوصاف نظر آئینگے۔ سب سے پہلے سرکاری شعبہ سے شروع کرونگا۔ صرف اسلئے کہ میرا تعلق اسی شعبہ سے ہے۔ بہت سے ایسے افسروں کو جانتا ہوں جنہوں نے اپنی پوری زندگی دوسروں کو نقصان پہنچانے میں صَرف کردی ہے۔ اپنے سے پہلے موجود افسروں کی کمزوریاں نکال کر انہیں تکلیف پہنچانے کو ثواب سمجھتے ہیں۔ عام لوگوں کو ہر وقت گالیاں دیتے ہیں۔ انکی بے عزتی کرکے خوش ہوتے ہیں۔ سیاستدانوں کے عام سے سفارشی رقعوں کی فوٹو کاپیاں کروا کر اپنے جیسی منفی صفات کے مالک افسروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ بتاتے ہیں کہ آج فلاں اہم آدمی کے کہنے کے باوجود کام نہیں کیا۔ یہ نہیں بتاتے کہ کام میرٹ پر ہونے والا تھا یا نہیں۔ میرے پاس درجنوں افسروں کے نام ہیں جنہوں نے پوری زندگی خلقِ خدا کے فائدے کیلئے کوئی کام نہیں کیا۔ وہ اذیت پسندی کا ایسا نشان ہیں جنہیں ہمارا نظام اپنی کمزوری کی بدولت برداشت کر رہا ہے۔

آپ سیاست پر نظر ڈالئے۔ تقریباً ہر سیاستدان کی ایک معمولی سی خواہش ہے کہ اسکے مدِمخالف لوگوں کی گردنیں درختوں سے لٹکی ہوئی ہوں۔ سیاسی مخالفین کی عزت، زندگی اور سرمایہ سرِ بازار نیلام ہوجائے۔ مخالفین پر زندگی اجیرن کردی جائے اور اسکے سامنے دور دور تک کسی مخالف کا سایہ تک نہ ہو۔ مذہبی حلقوں نے اپنے اپنے مسلکی قلعے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر فرقہ دوسرے کو کھرا مسلمان نہیں سمجھتا۔ ایک دوسروں کو واجب القتل قرار دینا عام سی بات ہے۔ حد تو یہ ہے کہ کاروباری طبقہ بھی ایک دوسرے کے خلاف اسی طرح سر بکف ہے۔ ایک کا نقصان، دوسرے کا فائدہ ہے۔ نجی شعبہ میں اقتصادی دشمنی عروج پر ہے۔ میں ہر شعبہ سے اَن گنت مثالیں دے سکتا ہوں جہاں ایک دوسرے کیلئے صرف اور صرف انتقام اور بربادی کے جذبات ہیں۔

اپنے ملک کو ناکام ریاست بالکل نہیں سمجھتا۔ مگر اسے ایک مشکل سماج ضرور گردانتا ہوں۔ ہر شخص کسی نہ کسی اندھے انتقام کی آگ میں جل رہا ہے۔ اسکے دل میں یہ احساس موجزن رہتا ہے کہ اپنے مخالف کو سبق ضرور سکھائے۔ صاحبان! یہاں زخموں پر مرہم رکھنے والے لوگ بہت ہی کم ہیں یا شائد خاموش ہو چکے ہیں۔ کسی شعبہ میں نیلسن مینڈیلا جیسا بے لوث انسان نظر نہیں آتا جو ذاتی اذیت پہنچانے والے کو بھی دل سے معاف کرنے کا ظرف رکھتا ہو!

راؤ منظر حیات

Dated:21 Feb 2016